۱۰

نیکی اور تقویٰ کے ذریعہ فتح حاصل کرو

(فرمودہ ۳۱ - مارچ ۱۹۳۳ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

فتح کا لفظ ایک ایسا خوش کن لفظ ہے کہ انسانی طبیعت بے اختیار اس کی طرف مائل ہوجاتی ہے- فتوحات کے زمانہ میں فاتح کے عیب بھی خوبیاں بن جاتی ہیں اور اس کے نقص بھی کمال نظر آتے ہیں- چنانچہ دیکھ لو- ہمارے ہی ملک میں کچھ عرصہ پہلے جب مسلمان فاتح اور حکمران تھے- ہندو اسلامی لباس فیشن کے طور پر اختیار کرتے تھے- وہ لمبے لمبے جُبّے جنہیں آج مسلمان بھی ترک کر بیٹھے ہیں اُس زمانہ میں ہندو فخر سے پہنتے اور فارسی میں شعر کہنا ایک ہندو کی عزت افزائی کا موجب سمجھا جاتا- جس طرح آج مسز نائیڈو اور ٹیگور اپنی قوم میں معزز قرار دیئے جاتے ہیں' اس لئے کہ انہوں نے مغربی علمِ ادب کا تتبع کیا ہے- ٹیگور مغربی نقطۂ نگاہ پر اپنے خیالات کے اظہار کیلئے اور مسز نائیڈو انگریزی اظہارِ خیال کیلئے- اسی طرح اُس زمانہ میں مرزا قتیل کی بڑی عزت تھی- کیونکہ وہ فارسی میں اچھے شعر کہتے تھے- آج فارسی کا پڑھنا معیوب ہے- فارسی اور عربی دان مُلّا اور ملنٹے کہلاتے ہیں- اور عالم صرف وہی شخص سمجھا جاتا ہے جو انگریزی پڑھا ہوا ہو- مگر آج سے دو اڑھائی سَو سال پہلے علم کے معنے یہ تھے کہ لوگ عربی یا فارسی پڑھے ہوئے ہوں- اس کے یہ معنی نہیں کہ اِس زمانہ میں انگریزی کو کوئی خصوصیت حاصل ہے- یا پہلے زمانہ میں عربی اور فارسی کو کوئی خصوصیت حاصل تھی بلکہ صرف یہ ہیں کہ اُس زمانہ میں فارسی اور عربی فاتحین کی زبان تھی اور اِس زمانہ میں انگریزی

فاتحین کی زبان ہے۔

اسی طرح کسی زمانہ میں داڑھیاں بڑھانا تہذیب کا نشان قرار دیا جاتا ہے۔ اور اِس زمانہ میں داڑھیاں مُنڈوانا تہذیب کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ داڑھی کے ساتھ تہذیب کا کوئی خاص تعلق ہے۔ داڑھی اور تہذیب کا کوئی بھی جوڑ نہیں۔ بلکہ اُس وقت اس لئے داڑھیاں بڑھائی جاتی تھیں کہ فاتح قوم داڑھیاں رکھتی۔ اور اب اس لئے مُنڈائی جاتی ہیں کہ فاتح قوم داڑھیاں مُنڈاتی ہے اور اپنے اپنے اوقات میں لوگ اس کی تائید میں دلائل بھی لے آتے ہیں۔ پھر کسی زمانہ میں طِبّ کا سارا زور اِس امر پر تھا کہ خوب نمک مرچ ڈال کر اور بُھون بُھون کر گوشت کو استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ نہایت ہی مقوی اور خونِ صالح پیدا کرنے والی غذا ہے۔ اور اُس وقت طبّ اپنے مخفی خزانے نکال نکال کر اس کی تائید میں پیش کررہی تھی۔ مگر آج طبّ کا سارا زور اس امر پر ہے کہ گوشت اُبلا ہوا کھانا چاہیئے۔ مرچیں کم ڈالنی چاہئیں، نمک اور گرم مصالحہ زیادہ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ طب بے شک ایک علم ہے مگر میرے نزدیک اُس وقت طب کا علم بھی فاتح قوم سے مغلوب تھا اور وہ اُسی کی تائید کررہا تھا۔ مگر آج وہی طب کا علم اپنے رنگ میں اِس وقت کی فاتح قوم کی تائید کررہا ہے۔ یہ مثالیں اِس امر کا ثبوت ہیں کہ علوم خواہ کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں اور ان کی بنیاد خواہ تبحُّر پر ہی کیوں نہ ہو، فتح کے سامنے جُھک جاتے ہیں۔

پس فتح ایک نہایت ہی دلکش لفظ ہے اور انسانی ذہن نہایت جلدی اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص غور کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ ہر فتح فتح نہیں کہلاسکتی۔ بلکہ کئی فتوحات ایسی ہوتی ہیں کہ جب وقوع میں آتی ہیں تو لوگ اس کی عظمت کرتے اور اپنا سر اُن کے آگے جھکادیتے ہیں۔ مگر بعد میں آنے والے لوگ جبکہ ہیبت ان کے دلوں سے ہٹ جاتی ہے، جبکہ دماغ حکومت کے جابرانہ دباؤ سے آزاد ہوجاتے ہیں، اِس فتح کو نہایت ہی نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہر شخص کہتا ہے یہ ظلم ہوا، دنیا کی ترقی میں روک واقع ہوگئی۔ وہ فتح تھی خونریزی کی، وہ فتح تھی ظلم کی، وہ فتح تھی جبروتعدی کی۔ مگر شکست تھی علوم کی، شکست تھی حقیقی تہذیب کی۔ پس اگرچہ ایک ساعت کیلئے اور تھوڑے سے وقت کیلئے وہ فتح نہایت ہی مقبول اور محبوب نظر آتی ہے لیکن اس کے بعد اُس کی شناعت اور بُرائی لوگوں کی نظر میں نمایاں ہوجاتی ہے۔ اور وہ اس کے نقصانوں کو خود دیکھ لیتے ہیں۔ مومن کا کام یہ

ہے کہ وہ حقیقی فتح تلاش کرے۔ وہ فتح جو ناجائز ذرائع سے حاصل ہو' وہ فتح جس کے حاصل کرنے کیلئے ایسی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہوں جو انسانیت اور شرافت کے خلاف ہوں' وہ مومن کیلئے فتح نہیں شکست ہے۔ دشمن کا ماردینا کتنی کامیابی کی بات سمجھا جاتا ہے مگر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ کے میدان میں جنگ میں شامل ہونے والی ایک عورت کی لاش ملتی ہے۔ جنگ بھی ایسی جس کی فتح پر اسلام کی فتوحات کا انحصار تھا اور دشمن بھی ایسا جس نے اپنی ساری عمر اسلام کے مٹانے کیلئے خرچ کردی تھی۔ ایسا دشمن مارا جاتا ہے۔ ایسی لڑائی فتح ہوتی ہے۔ لیکن ایک عورت کی لاش دیکھ کر محمد ﷺ کی ساری خوشی غم میں بدل جاتی ہے۔ آپ کے چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا۔ صحابہؓ کہتے ہیں ہم نے کبھی رسول کریم ﷺ کو اتنا غضب میں نہیں دیکھا جتنا اُس روز۱۔ اس میں رسول کریم ﷺ کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسلامی لشکر کا کوئی دخل نہ تھا۔ ایک ایسے موقع پر جبکہ اپنے پرائے میں تمیز کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور بسا اوقات ایک اپنا اپنے ہاتھ سے قتل ہوجاتا ہے' اتفاقاً حادثہ کے طور پر وہ عورت ماری جاتی ہے۔ لیکن چونکہ اس سے اسلامی فتح مشتبہ ہوجاتی اور دشمن کو انگشت نمائی کا موقع ملتا تھا۔ وہ کہہ سکتے تھے محمد (ﷺ) کے متبعین نے عورت کو قتل کردیا۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کو یہ حملہ بہت ہی سخت نظر آیا اور آپ کی ساری خوشی غم سے بدل گئی۔ جو دراصل سبق ہے اس بات کا کہ آپ کے نزدیک فتح کوئی چیز نہ تھی' بلکہ نیک اور جائز ذرائع سے حاصل کردہ فتح کی قیمت آپ کے دل میں تھی۔

ایک اور موقع پر کچھ صحابہؓ بعض لوگوں پر حملہ کرکے ان کا مال لے آئے۔ جس وقت حملہ کیا گیا حج کے ایام آچکے تھے اور اُن دنوں لڑائی جائز نہ تھی۔ اِس موقع پر بھی رسول کریم ﷺ کا چہرہ غمگین ہوگیا۔ اور آپؐ نے فرمایا تم نے یہ کیا کیا۔ پھر جو مارے گئے ان کا خون بہا دیا گیا۲۔ اس لئے نہیں کہ عام جنگی قوانین کے لحاظ سے یہ کوئی بُری بات تھی۔ ہمیشہ لوگ ایسا کرتے اور خود عرب کے لوگ کرتے' بلکہ محض اِس لئے کہ رسول کریم ﷺ کا نقطہ نگاہ دوسروں سے بالا تھا۔ پس یاد رکھو ہماری جماعت کا مقصد فتح حاصل کرنا نہیں' بلکہ دین اور اخلاق کے ذریعہ فتح حاصل کرنا ہے۔ بسااوقات انسان کو یہ نظر آتا ہے کہ فتح میرے ہاتھ میں ہے۔ اور بسا اوقات وہ خیال کرتا ہے کہ تھوڑے سے مکر سے' تھوڑے سے فریب سے' تھوڑے سے دغا سے اور تھوڑے سے جھوٹ سے وہ اسے حاصل کرسکتا ہے۔ ممکن ہے وہ نہ

کرسکتا ہو' ممکن ہے اسے فریب سے بھی شکست ہوجائے اور ممکن ہے وہ باوجود دغا کے بھی کامیابی حاصل نہ کرسکے۔ مگر سمجھتا یہی ہے۔ اُس وقت لالچ اور حرص اس میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے میں ایک قدم ہاں صرف ایک قدم گناہ کی طرف اُٹھاتا ہوں' پھر میرے لئے نیکی کے دروازے کھلے ہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتا کہ اس ایک قدم کے اٹھانے سے وہ نیکی سے دور چلا جائے گا۔ گناہوں کے قریب ہوجائے گا۔ اور جب تک سچی توبہ کرکے واپس نہیں آئے گا وہ گناہوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ تم ایک قدم شمال کی طرف اُٹھاؤ کبھی جنوب کی طرف دوسرا قدم نہیں اُٹھے گا۔ جب تک شمال کی طرف منہ نہ پھیرلو' جب تک اس طرف سے رجوع نہ کرلو۔

پس یہ خیال کہ تھوڑی سی غلطی کے بعد پھر نیکی کے اختیار کرنے کے مواقع پیدا ہوسکتے ہیں' بہت بڑی غلطی ہے۔ ہر غلطی دوسری غلطی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک دوسری کی طرف' دوسری تیسری کی طرف' تیسری چوتھی کی طرف۔ پھر موت کی سی توبہ کئے بغیر گناہ آلودہ زندگی سے نجات ممکن نہیں ہوتی۔ مگر کون موت تلاش کرتا ہے' بہت کم اور بہت کم۔ گناہوں کی طرف قدم اُٹھانے والے زیادہ ہوتے ہیں مگر موت والی توبہ کرنے والے کم ہوتے ہیں۔ اور اگر غلطی کی طرف قدم اُٹھاکر خیال کرلیا جائے کہ یہی فتح کا راستہ ہے اور بظاہر فتح حاصل بھی ہوجائے تو یہ ایک دن نیکی کی فتح کی بجائے ظلم اور تعدّی کی فتح کہلائے گی۔ پس ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا مقصد فتح نہیں بلکہ نیکی اور تقوی کی فتح حاصل کرنا ہے۔ ہمارا مقصد دینِ اسلام کے احکام کے مطابق فتح حاصل کرنا ہے اور یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں جب تک انسان خدا کیلئے موت قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہو۔ موت اور صرف موت کے ذریعہ یہ فتح حاصل ہوسکتی ہے۔ اور جو موت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں اسے فتح بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پھر موت بھی ایک وقت کی نہیں بلکہ وہ جو ہر منٹ اور ہر گھڑی آتی ہے۔ کتنی مائیں ہیں جو کنویں میں گرتے ہوئے بچے کو دیکھ کر خود کُود نہیں پڑیں گی۔ میں سمجھتا ہوں بہت کم۔ اسّی فیصدی بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ مائیں ایسی ہوں گی کہ اگر ان کا بچہ پانی میں گر پڑے تو وہ پانی کے کنارے پر کھڑے ہوکر نہیں روئیں گی بلکہ وہ بغیر سوچے سمجھے اس میں کُود جائیں گی۔ بے شک اگر وہ تیرنا نہیں جانتی تو ڈوب جائیں گی۔ مگر کُودتے وقت ان کے دل میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ ہم غرق ہوجائیں گی۔ اُس وقت ایک ہی خیال ان کے دل میں ہوگا کہ

ہم نے اپنے بچے کو بچانا ہے۔ مگر کتنی مائیں ہیں کہ جب ان کا بچہ بیمار ہوجائے اور اس کی بیماری لمبی ہوتی چلی جائے‘ سال دوسال‘ چار سال‘ دس سال پندرہ سال‘ بیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ تو پھر بھی وہ استقلال سے تیمارداری میں مصروف رہیں۔ یقیناً ایسی بہت کم مائیں ملیں گی۔ کوئی دو سال کوئی چار سال کوئی پانچ سال کوئی چھ سال کوئی آٹھ یا دس سال تک جائے گی۔ اور سینکڑں میں سے کوئی ایک ماں ہوگی جو بیس سال تک استقلال کے ساتھ تیمارداری میں مصروف رہے۔ اور اگر وہ بیس سال تک استقلال دکھائے تو بھی گو اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوں گے کہ خدایا! اِسے شفا بخش مگر دل میں یہی کہے گی کہ خدایا! کیا تیرے پاس میرے بچہ کیلئے موت نہیں؟ وہ ایک وقت کی موت کیلئے تیار ہوجائے گی مگر ہر وقت کی موت کیلئے تیار نہیں ہوسکتی۔ بیشک عام محبت سے ماں کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور دوسرا شخص جہاں ایک وقت میں گھبراجاتا ہے۔ ماں مہینوں نہیں سالوں استقلال کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کرتی رہتی ہے۔ مگر بہرحال کوئی ماں مہینوں اور کوئی سالوں میں تھک جائے گی۔ اور بہت کم ایسی مائیں ہوں گی جو آخر تک اس مصیبت کو برداشت کریں۔ اس لئے کہ جو موت آہستہ آہستہ آتی ہے‘ اِس کے آنے سے پہلے انسان خوب جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ موت آرہی ہے۔ مگر جو یکدم آجائے اُس وقت عقل قائم نہیں رہتی اور انسان اُس مصیبت میں کُود پڑتا ہے۔ جب ایک ماں اپنے بچہ کو پانی میں گرتے دیکھتی ہے تو اُس کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے وہ اس میں کُود جاتی ہے۔ مگر جب سالہاسال اُسے ایک بیمار کی نگہداشت کرنی پڑتی ہے اور وہ دیکھتی ہے کہ بیمار اچھا نہیں ہوتا تو وہ ہر گھڑی اپنی موت اپنے سامنے دیکھتی ہے۔ اور عقل و ہوش کی قائمی کی وجہ سے اپنی جان دینے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔

پس وہ اندر ہی اندر اس غم سے گھُلنے لگ جاتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ زندگی میں یہ موت ایسی ہے کہ میں کسی سوسائٹی میں بیٹھ نہیں سکتی‘ رشتہ داروں سے مل نہیں سکتی‘ سیر کیلئے نہیں جاسکتی‘ کسی کام کاج کے قابل نہیں رہی۔ پس یہ موت اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف آتی دکھائی دیتی ہے۔ اور جو چیز آہستہ آہستہ اور ڈراتے ڈراتے پاس آئے اُس کا خوف بہت زیادہ ہوتا ہے۔ شیر اگر یکدم سامنے آجائے اور انسان کو پتہ نہ ہو کہ یہ شیر ہے تو ممکن ہے کہ اُسے کئی انسان مار لیں۔ مگر جب وہ دو تین میل سے ہاؤ کہہ کر آواز نکالتا ہے تو سننے والا کانپ اُٹھتا ہے۔ پھر اور قریب آکر بولتا ہے تو اَور زیادہ خوف طاری ہوجاتا ہے۔ اور جب

بالکل قریب آجاتا ہے تو انسان کے ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں رہتی- اس کی وجہ کیا ہے یہی کہ وہ آہستہ آہستہ ڈراتا ہوا آتا ہے- اگر وہ یکدم آدمی کے پاس پہنچ جائے تو کئی انسان اسے مار لیں- میں نے ایک دفعہ اخبار میں ایک عورت کے متعلق پڑھا تھا کہ وہ اپنے کھیت میں تھی- وہیں زچگی ہوئی اور اسے بچہ پیدا ہوگیا- واپس آرہی تھی کہ راستہ میں اسے چیتا مل گیا وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ چیتا ہے- اُس نے بچہ زمین پر رکھا- اور چیتے سے لڑنے لگ گئی- یہاں تک کہ اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا- تو وہ لوگ جو آہستہ آہستہ خطرہ کو برداشت کریں کم ہوتے ہیں- ہاں یکدم خطرہ میں کُود جانے والے بہت ہوتے ہیں- آج کل ہی کانگرس کی وجہ سے جو فسادات ہوتے ہیں' ان میں جب گولی چلائی جاتی ہے تو سینکڑوں آدمی کھڑے رہتے ہیں- اور کہتے ہیں ہمیں کچھ پرواہ نہیں' مار ڈالو- مگر جب جلسہ ہورہا ہو اور پولیس اس کے متعلق کہے کہ منتشر ہوجاؤ ورنہ لاٹھی چارج کیاجائے گا تو ایک بھی آدمی جلسہ گاہ میں نہیں ٹھہرتا- اس لئے کہ گولی چلنے اور عقل آنے کے درمیان کوئی وقفہ نہیں ہوتا- مگر لاٹھی چارج کرنے اور عقل سے کام لینے میں وقفہ ہوتا ہے- اورانسان عواقب کو سوچ لیتا ہے-

گزشتہ ایام کے واقعات دیکھ لو- جہاں گولیاں چلیں وہاں یہ نظر آئے گا کہ لوگوں نے بڑی جرأت اور بہادری دکھائی- مگر جہاں ڈنڈے چلے' وہاں انہوں نے بزدلی دکھائی- اس کے یہ معنے نہیں کہ ڈنڈا گولی سے زیادہ خطرناک چیز ہے- بلکہ یہ ہے کہ گولی چلنے اور عقل سے کام لینے میں کوئی وقفہ نہ تھا- اس لئے لوگوں نے اپنے سینے آگے کردیئے- مگر ڈنڈا چلنے سے پہلے وقت ہوتا ہے- اورلوگ اپنے انجام کو سوچ لیتے ہیں' اس لئے بھاگ گئے- غرض جو موت آہستہ آہستہ آتی ہے وہی اصل موت ہوتی ہے اوراسے برداشت کرنا انسان کو دلیراور جری ثابت کرتاہے- ہم دیکھتے ہیں صحابہؓ میں اس موت کوبرداشت کرنے کی قوت تھی- چند صحابہؓ ایک دفعہ پکڑے گئے- اورایک صحابیؓ کو ایسے کافرنے خریدلیا جس کے ایک رشتہ دار کو اس صحابی کے کسی مسلمان رشتہ دار نے قتل کیا تھا- اوراس غرض سے خرید لیا تاکہ اپنے رشتہ دار کابدلہ لینے کیلئے قتل کرے- کئی دن تک اپنے گھرمیں اس صحابی کو قید رکھا- اور روزانہ قتل کی تیاریاں کی جاتیں- وہ صحابی اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھتے اورانہیں معلوم ہوتارہتا تھا کہ اب موت میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے- آخر جب اُن کے قتل کئے جانے کا وقت قریب آگیا توانہوں نے کہا مجھے اُسترا دیں تاکہ میں اپنے جسم کی صفائی کرلوں- انہیں اُسترادیا گیا- وہ اُسترا

لے کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک بچہ کھیلتے کھیلتے ان کے پاس آگیا- انہوں نے پیار سے اسے اپنے پاس بٹھالیا- گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ اُسترا ہاتھ میں ہے اور ہمارا بچہ پاس بیٹھا ہے تو اُن کا رنگ فق ہوگیا- وہ ڈرے کہ کہیں بچے کو قتل نہ کردے- صحابی نے ان کے چہروں کو بھانپ لیا کہ انہیں کیا خطرہ لاحق ہے اور کہا مسلمان غدار نہیں ہوتا- اس بچے نے کیا قصور کیا ہے جو میں اسے قتل کروں ۴؎ - جس وقت وہ انہیں ۵؎ مارنے کیلئے باہر لے گئے تو ایک شخص نے پوچھا کہ کیا آپ بتاسکتے ہیں اگر اِس وقت آپ اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوتے اور محمد آپ کی جگہ ہوتے تو آپ کو کتنی خوشی ہوتی- اس صحابی نے جواب دیا کہ یہاں محمد ﷺ ہوں اور میں آرام سے گھر میں بیٹھا رہوں' یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا- میں تو یہاں بیٹھا ہوا یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ محمد ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھے اور میں آرام سے بیٹھا رہوں ۶؎ - یہ وہ لوگ تھے جن کی نظروں میں موت کی کوئی حقیقت نہ تھی- وہ ایمان کے لحاظ سے معصوم بچے تھے جیسے بچہ آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اسی طرح وہ بھی مصائب میں کود پڑتے- مگر بچہ جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اور وہ علم کی وجہ سے ایسا کرتے-

یہی چیز ہے جو انسان کو ایماندار ثابت کرتی ہے- اور یہی چیز ہے جس سے کامیابی حاصل ہوا کرتی ہے- پس اگر تم بھی چاہتے ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ملیں تو تم اس موت کیلئے اپنے آپ کو تیار کرو- بہت ہیں جو اِس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں مالی نقصان پہنچ جائے گا- بہت ہیں جو ڈرتے ہیں کہ انہیں جانی نقصان پہنچ جائے گا- بہت ہیں جو ڈرتے ہیں کہ لوگ انہیں گالیاں دیں گے یا دُکھ دیتے ہیں- مگر اس کے باوجود وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب انہیں حاصل ہو جائے گا- اُس کی محبت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے گی- حالانکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور بُزدلی کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتی- وہ شخص جو ہر وقت کی موت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں' اسے خدا تعالیٰ ہر وقت کی زندگی دینے کیلئے کیسے تیار ہو- کیا چیز ہے انسانی زندگی؟ زیادہ سے زیادہ کوئی سَو سال زندہ رہا یا ڈیڑھ سَو دو سَو یا اڑہائی سَو سال تک پہنچا- لیکن اگر کوئی شخص اڑہائی سَو سال کی موت قبول کرنے کیلئے تیار نہیں تو وہ کس طرح یہ خیال کرسکتا ہے کہ اربوں ارب سالوں کی بلکہ ایک غیر محدود زندگی اسے حاصل ہو جائے گی- کتنی چھوٹی سی چیز ہے جس کی قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے- اِس خیال کو جانے دو کہ یہ محدود قربانی ہے- اس امر کو نظرانداز کردو کہ قربانی کی طاقتیں بھی اللہ تعالیٰ کی مہیا کردہ ہیں- اگر انسان ابد

معمولی زندگی کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کرنے کیلئے تیار نہیں تو وہ کس طرح اس سودے کی امید کرسکتا ہے جس کا تعلق ہمیشہ کی زندگی سے ہے۔ پس ابتلاء اور مصیبتیں مومن کاخاصہ ہیں اور ایمان کے جِلا کیلئے ان چیزوں کاہونا ضروری ہے۔ اگر ابتلاؤں' ٹھوکروں اور گالیوں سے بے عزتی ہوتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ رسول کریم ﷺ کی بے عزتی ہوئی' کیونکہ آپؐ کو گالیاں دی گئیں۔ اتنی کہ کسی اور کو آج تک نہیں ملیں۔ تکالیف پہنچائیں گئیں اور اس قدر کہ کوئی شخص ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔ ایک دفعہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ دشمن ایک اوجھڑی اُٹھالائے جو غلاظت سے بھری ہوئی تھی اور آپؐ کے اوپر ڈال دی۷۔ ایک دفعہ آپؐ کے گلے میں رسّی ڈال کر کھینچا گیا اور کوشش کی گئی کہ آپؐ کا دم گھُٹ جائے۸۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اسی طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ آپ کا راستہ بند کیا گیا' لیکچروں میں پتھر برسائے گئے۔ غرض ہر رنگ میں ہتک کی گئی' گالیاں بھی دی گئیں۔ ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک مخالف آیا اور آپ کو گندی گالیاں دینے لگ گیا۔ اس پر بعض کو غصہ بھی آیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں روک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ گالیاں دے کر خاموش ہوگیا تو آپ نے فرمایا۔ آپ لوگ معذور ہیں کیونکہ آپ کو یہی تعلیم دی گئی ہے۔ غرض رسول کریم ﷺ کو اور ہر رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکالیف پہنچائیں گئیں۔ اگر یہ تکلیفیں ذلّت ہیں تو پھر ہمارے لئے عزت کی کون سی بات ہے۔ جب ہمارے پیاروں نے گالیاں کھائیں تو کیا ہم ان سے زیادہ معزز ہیں کہ ہمیں یہ گالیاں ذلت معلوم ہوں۔ اور اگر ذلّت نہیں بلکہ عزت ہیں تو پھر وہ کون سا بیوقوف ہے جو دعا کرے کہ خدایا! مجھے عزت نہ بخش۔ جب خدا کیلئے گالیاں کھانا' خدا کیلئے ماریں کھانا' خدا کیلئے جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا ہتکِ عزت کی بات نہیں بلکہ معزز بنانے والی بات ہے تو وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ مجھے عزت نہ ملے یا پاگل ہے یا منافق۔ لیکن خدا کے دربار میں پاگلوں اور منافقوں کی عزت نہیں ہوسکتی' وہاں مخلص بندوں کو ہی جگہ ملتی ہے۔

پس اپنے اخلاق کو درست کرو اور یاد رکھو کہ جو اخلاق سے فتح حاصل ہوتی ہے وہی حقیقی فتح ہوتی ہے اور جو لڑائی یا گالیاں دینے سے فتح ہو' وہ شیطان کیلئے ہے خدا کیلئے نہیں۔ ایسی فتح کی موجودگی میں پھر بھی خدا کا خانہ خالی رہے گا اور جب تم یہ سمجھ رہے ہوگے کہ یہ

خدا کیلئے فتح ہوئی' شیطان اُس وقت خوش ہورہا ہوگا اور کہے گا کہ میں نے اب بھی انہیں اپنے قبضہ میں رکھا- پس خدا کے سپاہی بنتے ہوئے شیطان کے سپاہی مت بنو- اور اخلاقی نرمی اور محبت سے قلوب فتح کرنے کی کوشش کرو- یہ مت خیال کرو کہ نرمی سے کچھ نہیں بنتا اور یہ کہ تم اپنی تدابیر سے دنیا پر غالب آسکو گے- اگر تم اپنی کوششوں پر انحصار رکھتے ہو تو تم مومن نہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی تائید پر بھروسے رکھو- ہمیں خدا تعالیٰ نے نشان کے طور پر دنیا کے سامنے رکھا ہے- مچھلی کو آٹا نہیں پکڑا کرتا بلکہ مچھلی ماہی گیر پکڑا کرتے ہیں- اسی طرح ہم آٹا ہیں' طُعمہ ہیں جو اس لئے پھینکے گئے تا دنیا اسے کھائے- لیکن چونکہ خدا کا کانٹا ہمارے پیچھے ہے اس لئے جب بھی ہمیں کوئی کھانے کیلئے آئے گا خود شکار ہوکر رہ جائے گا- پس بے شک ہم ایک طُعمہ ہیں اور اس لئے پھینکے گئے ہیں کہ دنیا ہمیں کھائے- مگر ہمیں کھا کوئی نہیں سکتا' کیونکہ خدا کا ہاتھ ہمارے پیچھے ہے اور وہ ہمیں کھانے والے کا شکار کرتا ہے- پھر اس کامیابی میں بھی ہمارا دخل نہیں- جیسے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ آٹا مچھلی کو پکڑتا ہے تو وہ پاگل ہے- مچھلی کو کانٹا پکڑتا ہے جو شکاری کے ہاتھ میں ہوتا ہے- پس یہ مت خیال کرو کہ تم نے کوئی کام کرنا ہے- تم کو خدا نے دنیا کے سامنے پھینک دیا ہے تاکہ وہ لوگ آئیں اور تم پر منہ ماریں- تمہیں ایک طُعمہ کی شکل دی گئی ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں لالچ پیدا ہو- اور وہ تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں تا خدا کا ہاتھ انہیں کھینچ لے-

پس اپنی کمزوری کو نہ دیکھو کہ یہ کمزوری دشمن کو شکار کرنے کا ایک ذریعہ ہے- جس طرح مچھلی والا جتنی زیادہ آٹے میں خوشبوئیں ملاتا ہے جو مچھلی کو پسند ہوں تاکہ وہ انہیں سونگھے اور کانٹے کی طرف آئے تاکہ پکڑی جائے- اسی طرح تم بھی اپنے اندر جس قدر کمزوریاں دیکھو' یہ سمجھ لو کہ خدا کا جال اور زیادہ وسیع ہورہا ہے تاکہ تمہاری کمزوریوں کو دیکھ کر دشمن کو لالچ اور حرص پیدا ہو اور وہ تمہارے قریب آجائے- تاکہ پکڑا جائے- پس آج تمہاری ہر کمزوری دشمن کو شکست دینے کا ایک ذریعہ ہے اور ہر ایک چیز جو بظاہر تمہارے ضُعف کی علامت سمجھی جاتی ہے' اِس امر کا ثبوت ہے کہ فتح کرنے والا آگیا اور تمہارے دل مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ کہنے کیلئے تیار ہوگئے- پس اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کرو' قلوب کو پاک کرو' زبانوں کو شائستہ اور اپنے آپ کو اس امر کا عادی بناؤ کہ خدا کیلئے دکھ اور تکلیفوں کو برداشت کرسکو- تب تم خدا کا ہتھیار ہوجاؤ گے اور پھر خدا ساری دنیا کو کھینچ کر تمہاری طرف

لے آئے گا۔ اگر یہ تبدیلی تم اپنے اندر پیدا نہیں کرتے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ اور اگر اس صورت میں فتح آبھی جائے تو وہ ذلت سے بدتر ہے۔ اور وہ خدا کی نہیں بلکہ شیطان کی فتح ہے۔

(الفضل ۶-اپریل ۱۹۳۳ء)

---

[1] ترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی النھی عن قتل النِّساء والصبیان

[2]

[3،4] حضرت خبیب ؓ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

[5،6] حضرت زید بن الدثنہ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

[7،8] بخاری کتاب مناقب الانصار باب مالقی النبی و اصحابہٗ من المشرکین بمکۃ

[9] البقرۃ: ۲۱۵